حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم کراچی

مولانا شیر علی شاہؒ کی رحلت

پچھلے دنوں ہمارے ملک کی ایک نہایت قیمتی متاع حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب رحم اللہ ہم سے جدا ہوکر اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ان کے جنازے میں اطراف پاکستان اور افغانستان کے جس انبوہ غفیر نے شرکت کی، اس کی مثال اس خطے میں نہیں ملتی اور یہ ان کی مقبولیت اور ہردلعزیزی کی ایک روشن مثال ہے۔ وہ اصلاً دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فارغ التحصیل تھے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ کے شاگرد خاص اور منظور نظر۔ پھر اسی مدرسے میں تدریس شروع کی، تو اس کے مایۂ ناز استاذ قرار پائے جو نہ صرف طلبہ بلکہ اساتذہ کے لئے بھی ایک مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان سے میری سب سے پہلی ملاقات 1967 میں اس وقت ہوئی جب میں اپنے محبّ مکرم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم سے ملاقات اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحم اللہ کی زیارت کے لئے اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے ان سے تعارف کرایا اور بتایاہ کہ وہ انکے ہم سبق رہے ہیں اور دونوں کی دوستی بے تکلفی کی آخری حدود میں تھی۔ ان سے مل کر اسی وقت دل نے ان کی طرف ایک کشش محسوس کی۔ ان کی باتوں میں علمی اور ادبی لطائف وظرائف نے انکے ساتھ مجلسوں کو گل وگلزار بنائے رکھا۔ چند ہی دنوں میں انکے علمی اور ادبی ذوق سے بڑی مناسبت پیدا ہوگئی۔ اس کے ساتھ ان کے تدین، خوش اخلاقی اور عبادت گذاری کا بھی گہرا نقش قائم ہوا اور اسی مختصر عرصے میں ایسا محسوس ہوا کہ ہم ایک دوسرے کو مدت سے جانتے ہیں۔

پھر اکوڑہ خٹک کے ایک اور سفر میں بھی انکی رفاقت میسر رہی اور اکوڑہ سے بالاکوٹ تک ان کے ساتھ بڑا پرلطف سفر ہوا جس میں ان کے مزید جوہر کھلے۔ انہیں عربی زبان میں گفتگو پر قدرت بھی تھی اور اسکا شوق بھی تھا، اس لئے اس معاملے میں ہم ذوقی نے ان سے اور زیادہ قریب کردیا۔ پھر انہیں مدینہ منورہ میں جاکر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تکمیلی تعلیم کا شوق پیدا ہوا اور جب مجھے اسکی اطلاع ملی، تو مجھے حیرت بھی ہوئی کہ ان جیسی قابلیت کا شخص کسی اور یونیورسٹی کا کیوں رخ کرے؟ لیکن اندازہ یہ ہوا کہ انہیں جامعہ کی ڈگری لینے سے زیادہ اصل شوق مدینہ منورہ کے بابرکت قیام کا تھا اور غالبًا یہی وجہ تھی کہ انہیں ڈاکٹریٹ کے لئے جو موضوع ملا تھا، اسے مکمل کرنے میں انہیں کسی بڑی مدت کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ مختصر مدت ہی میں یہ کام کامیابی سے کرسکتے تھے، لیکن انہوں نے

شاید مدینہ منورہ کے قرب کے شوق میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھنے میں معمول سے زیادہ مدت لگادی۔ان کا موضوع حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کی تفسیر سے متعلق تھا اور انہوں نے خود حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کی سوانح پر اتنا بھر پور کام کیا کہ غالبًا ان کی شخصیت پر ایسا کوئی اور کام دستیاب نہیں ہے اور اس دوران نہ صرف مدینہ منورہ کے فضائل سے سیراب ہوتے رہے، بلکہ وہاں تعلیم پانے والوں میں عقیدہ وعمل میں جو کوتاہیاں نظر آتی تھیں، ان کا بڑی حکمت، تدبر اور میانہ روی سے سدباب کرنے کی کوشش۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران جب کبھی میری وہاں حاضری ہوتی، تو ان سے ملاقات ہوتی تھی، مگر اب ان کی وہ باغ و بہار مجلسیں جن کا تجربہ میں نے اکوڑہ خٹک میں کیا تھا، انتہائی سنجیدہ، بامقصد اور دردِ دل کی باتوں میں تبدیل ہوچکی تھیں۔ایک سے زائد مرتبہ میری مدینہ منورہ حاضری کے وقت انہوں نے جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ غیر رسمی اجتماع کا اہتمام بھی فرمایا، جس میں میری خواہش تھی کہ وہ خطاب فرمائیں، لیکن انکے اصرار پر مجھے ہی کچھ کہنا پڑا، اور اس طرح وہاں کے اساتذہ اور طلبہ سے قرب بھی پیدا ہوا، اور علماءِ دیوبند کے مآثر اور ان کی خدمات کو اجاگر کرنے کا موقع ملا۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد انہوں نے کچھ عرصہ ہماری درخواست پر دارالعلوم کراچی میں بھی حدیث کی تدریس کی خدمات انجام دیں، جو ہم سب کیلئے باعث صد مسرت تھیں لیکن حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کا انکے یارِ غار ہونے کی حیثیت سے یقیناً حق زیادہ تھا، اس لئے وہ پھر وہیں تشریف لے گئے اور اپنے اسی مادری ادارے کو اپنے فیوض کا مرکز بنایا جہاں وہ صحیح بخاری کی تدریس میں مشہور ومعروف تھے۔

ان کے دل میں امت مسلمہ کا خاص درد تھا اور بالخصوص پاکستان میں اسلامی شریعت کا نفاذ ان کی سب سے بڑی آرزو تھی۔ چنانچہ اس سلسلے میں بھی انہوں نے تقریر وتحریر سے اپنا فریضہ ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ افغانستان میں تحریک طالبان نے امارت اسلامیہ کے نام پر اسلامی حکومت قائم کی تو ان کی ہمت افزائی کی اور ان کی رہنمائی میں وہ آخر تک پیش پیش رہے اور افغانستان کے طالبان انہیں اپنا استاذ اور مربی تصور کرتے تھے اور وہ یقیناً اس کے لائق تھے۔بعض اوقات اپنے اس پرخلوص جذبے کے تحت ان پر غلبہء حال کی سی کیفیت بھی طاری ہوجاتی تھی۔اس کے باوجود اعتدال کی روش سے انہوں نے عملاً کبھی انحراف نہیں کیا، لال مسجد کے قضیے کو سلجھانے میں بھی انہوں نے بہت کوشش کی، لیکن مقدرات سے کوئی نہیں لڑسکتا اور وہ حادثہ ان ساری کوششوں کے باوجود اس وقت کے صدر کی ہٹ دھرمی سے پیش آکر رہا انا للہ وانا الیہ راجعون افغانستان میں ان کے اثرات کا معمولی سا اندازہ انکے جنازے کے شرکاء کے ناپیدا کنار سمندر سے ہوسکتا ہے جو ہزاروں میل کے سفر کرکے جنازے کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لئے وہاں پہنچے۔

وفات سے شاید دو تین سال پہلے مجھے مولانا سمیع الحق صاحب نے اپنی کتاب ''مکاتیب مشاہیر'' کی تقریب رونمائی کے لئے مدعو کیا تھا۔ اس موقع پر وہ بڑی حد تک صحت مند تھے اور اس موقع پر انکے اور مولانا سمیع الحق کے ساتھ بڑی پرکیف مجلس رہی جس میں بزرگوں کے تذکرے کے علاوہ شعر وشاعری کا دور بھی چلا۔ حاضرین نے مجھے اپنا ٹوٹا پھوٹا کلام پیش کرنے کا بھی اصرار کیا اور میں نے ان کی خواہش کی تعمیل بھی کی۔ اس وقت ان پر بیماری کے شدید اثرات ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ ہم اپنے عہد شباب کے واقعات بھی بے تکلفی سے یاد کرتے رہے، اور انہوں نے بڑی محبت اور شفقت سے رخصت کیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق کی نئی معرکۃ الآراء کتاب ''منبر حقانیہ سے خطبات مشاہیر'' کی تقریب منعقد ہوئی اور انہوں نے مجھے میری ناکارگی کے باوجود اس تقریب کے مہمان خصوصی کے طور پر پھر مدعو فرمایا۔ اس وقت مولانا شیر علی شاہ صاحب بہت بیمار اور صاحب فراش تھے۔ ہم ان کی عیادت کے لئے گئے، وہ کرسی پر تشریف بیٹھے ہمارے منتظر تھے۔ چہرہ حسب سابق کھلا ہوا تھا، اور ظاہری طور پر کسی بڑی بیماری کے اثرات نظر نہیں آرہے تھے۔ میں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا تو فرمایا کہ:

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے!

لیکن انداز وادا سے کچھ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ یہ روشن چراغ اپنی آخری لو دے رہا ہے۔ انہوں نے جلسے میں حاضری سے بھی معذرت کرلی، ورنہ ان سے یہ ممکن نہیں تھا کہ اپنے جگری دوست مولانا سمیع الحق صاحب اور مجھ ناکارہ کی جلسے میں موجودگی کے باوجود وہ تشریف نہ لائیں۔ چنانچہ اس مبارک تقریب میں ان کی غیر موجودگی سے یقیناً مجلس میں پھیکا پن محسوس ہوا اور آخر کار یہ ثابت ہوا کہ یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔

کچھ ہی عرصے کے بعد میں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کو ایک اور کام کے لئے فون کیا، تو انہوں نے اس کام کا ذکر کرنے سے پہلے یہ جانگداز خبر سنائی کہ مولانا شیر علی شاہ صاحب ہمیں داغ مفارقت دے گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ان کی وفات سے امت نہ صرف ایک مایۂ ناز عالم سے، بلکہ ملک وملت کے ایک ایسے خاموش اور درویش صفت رہنما سے بھی محروم ہوگئی جس کا نفس وجود فتنوں کے دور میں امت کی ڈھارس کا باعث ہوا کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں جنت عالیہ میں مقامات خاص سے نوازیں اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرماکر انکے فیوض ومآثر کو قائم ودائم رکھنے کی توفیق خاص مرحمت فرمائیں۔ آمین:

ہرگز نہ میرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما